درحال حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام (بند ۱۴۰)

استاذالاساتذہ نواب مولانا سید اصغر حسین فاخر اجتہادی

(۱)

آثارِ صبحِ قتل جو رن میں عیاں ہوئے
کوکب تمام پردۂ شب میں نہاں ہوئے
آمادۂ نبرد جنودِ گراں ہوئے
مصروف یاں نماز میں شاہؑ زماں ہوئے
باجوں کا شور اُدھر ہوا جنگی سپاہ میں
ڈنکا ہوا اذاں کا اِدھر فوج شاہ میں

(۲)

وہ نور اور وہ صبح وہ میدانِ پر فضا
نالہ وہ طائروں کا وہ بلبل کا چہچہا
شبنم کی برگِ گل پہ چمک تھی وہ باصفا
شاخِ شجر پہ نالۂ بلبل کی وہ صدا
تختے کھلے وہ دشت میں باغِ نعیم کے
بارِ گراں تھے پھول پہ جھونکے نسیم کے

(۳)

ٹھنڈی ہوا میں اڑتے تھے طائر اِدھر اُدھر
سبزہ پہ لوٹی جاتی تھی میدان میں نظر
جھونکوں سے بادِ تند کے جنباں تھا ہر شجر
عکسِ شفق سے سرخ تھا صحرا بھی سربسر
شبنم تھی برگ گل پہ کہ عالم تھا آب کا
تختہ کھلا تھا صحنِ چمن میں گلاب کا

(۴)

وہ وقت صبح اور وہ طاؤس کی پکار
شبنم کے قطرے تھے کہ گہر ہائے آبدار
رفتار کبک ہوش اڑاتی تھی بار بار
وہ بوئے گل کہ جس پہ ہو مشکِ ختن نثار
کوسوں وہ بوسے دشت کا داماں بسا ہوا
گویا گلاب کا تھا قرابہ لنڈھا ہوا

(۵)

تھا لشکر حسینؑ میں شورِ اذاں اِدھر
وہ حسنِ لحن اور وہ قرأت بکروفر
مرغانِ شب بھی شاخوں پہ تھے نغمہ سنج ادھر
آمادۂ نماز ہوئے شاہؑ بحروبر
مصروف تھے امامؑ قیام و قعود میں
دیتے تھے طول آپ رکوع و سجود میں

(۶)

فارغ فریضۂ سحری سے ہوئے جو شاہؑ
آئے مصافحہ کو رفیقانِ رشک ماہ
آمادۂ وغا ہوئی چھوٹی سی اک سپاہ
دروازے پر ٹہلتے تھے عباسؑ عرش جاہ
مانند شیر آپ جو گرمِ خرام تھے
رعب و نہیب و داب وتہوّر غلام تھے

(۷)

ناگاہ چرخ پر شہ خاور ہوا عیاں
فارغ ہوئے حضور بھی تعقیب سے یہاں
کرسی پہ جلوہ گر ہوئے شاہنشہؑ زماں
عباسِؑ نامدار بھی اتنے میں آئے واں
کی عرض واں ہجوم ہے افواج شام کا
تیار اس طرف بھی ہو لشکر امامؑ کا

(۸)

فرمایا ہاں جہاد پہ تیار ہو سپاہ
جھومے یہ سن کے جوش میں عباسِ عرش جاہ
کثرت پہ اس طرف کی جو کی آپ نے نگاہ
دیکھا کہ فوجِ شام سے میدان ہے سیاہ
آمادہ کارزار پہ ہر ذی حشم ہوا
نیزہ ہر ایک جادۂ ملک عدم ہوا

(۹)

صف بندی ہو رہی تھی ابھی فوج میں یہاں
ناگاہ تیر آئے حضورِ شہہؑ جہاں
عباسِؑ نامدار نے تب یہ کیا بیاں
ہاں ناصرانِ قبلۂ شاہنشہِؑ زماں
ہشیار ہو، کہ جنگ پہ غدار تل گئے
دیکھو نشاں بھی فوج سیہ رو کے کھل گئے

(۱۰)

بولے زہیرؑ و وہبؑ کہ اس کی فقط ہے دیر
ہو حکم شہؑ تو جائیں یہ سب رن میں مثل شیر
باغِ جہاں کی سیر میں ہیں زندگی سے سیر
یہ رن پڑے کہ لاشوں کے چاروں طرف ہوں ڈھیر
ہو خادموں کا ہجر گوارہ تو دیکھئے
اب کیا کہیں اگر ہو اشارہ تو دیکھئے

(۱۱)

بولے حبیبؑ جان لڑائی میں ہے لڑی
جوہر کھلیں گے تیغ کے آئے تو وہ گھڑی
آتی نہیں نگاہ میں گو فوج ہو بڑی
زرہیں کٹیں اشارے میں ضرب ایسی ہو کڑی
ظاہر میں گو کہ پیر ہوں اور خستہ جاں ہوں میں
تلوار آئے ہاتھ میں جب نوجواں ہوں میں

(۱۲)

ناگاہ فوج شام میں طبلِ وغا بجا
جانے لگے اِدھر سے رفیقانِ باوفا
اک اک نے کی وہ جنگ کہ محشر ہوا بپا
بعد اک کے ایک ہوتا تھا شبیرؑ پر فدا
پڑتے تھے داغ دل میں شہؑ دیں پناہ کے
تا ظہر قتل سب ہوئے انصار شاہؑ کے

(۱۳)

آنے لگی عزیزوں کی باری دمِ زوال
تیغِ جفا سے کٹ گئے مسلمؑ کے نونہال
بنتِ علیؑ کے لال بھی جب کر چکے جدال
ازرق کو قتل کرکے سدھارا حسنؑ کا لال
باقی رہا نہ حال شہ مشرقینؑ میں
بس دو دلیر رہ گئے فوج حسینؑ میں

(۱۴)

عباسؑ سا جری پسرِ شاہؑ ذوالفقار
اکبرؑ سا نوجوان وحسیں فخرِ روزگار
وہ چاہتے ہیں لوں میں رضا بہر کارزار
مرنے کے واسطے ادھر اکبرؑ ہیں بے قرار
ہیں منتظر وہ حکم شہؑ دیں پناہ کے
ہر بار دیکھتے ہیں یہ چہرے کو شاہؑ کے

(۱۵)

اِن کو ہے شوقِ جنگ انہیں شوقِ کارزار
دونوں کو آرزو کہ شہؑ دیں پہ ہوں نثار
شہؑ سے جو عرض کرتے ہیں غازی بصد وقار
فرماتے ہیں کہ داغ ہیں دونوں یہ ناگوار
تم سے جواں کو بیٹھ کے پیری میں روؤں میں
ہاتھوں سے شیر حق کی نشانی کو کھوؤں میں

(۱۶)

ناگاہ بیبیوں میں ہوا شورِ العطش
فضہؑ پکاری پیاس سے مضطر ہیں فاقہ کش
کرتے ہیں عرض شاہؑ سے عباسؑ ماہ وش
شاید سکینہؑ کو مری پھر آگیا ہے غش
کس سے کہوں جو دیکھ کے صدمے گذرتے ہیں
میں جی رہا ہوں پیاس سے معصوم مرتے ہیں

(۱۷)

جب سے شہید ہوگیا رن میں حسنؑ کا لال
چُھریاں جگر پہ چلتی ہیں ہے قلب کا یہ حال
مل جائے اِذن گر مجھے یاشاہِؑ خوشخصال
میدانِ ظلم کو ابھی کردوں لہو سے لال
مشکیزہ بھرلوں نہر سے میں ایک بات میں
مل جائے خوں کی نہر بھی نہر فرات میں

(۱۸)

ہم تیغ لے کے گر صف اعدا پہ رن میں جائیں
سالم کسی کے جسم صفوں میں نظر نہ آئیں
چوٹیں پڑیں ہزار تو ہم ایک بھی نہ کھائیں
دریا سے مشک گر نہ بھریں منہ نہ پھر دکھائیں
قبضے میں تیغ بھی رہے جب تک کہ دم رہے
مرجاؤں جب تو سینے پہ مشک وعلم رہے

(۱۹)

فرمایا شہؑ نے اس میں کسی کو ہے کیا کلام
غصہ میں آپ آئیں تو ہل جائے روم و شام
عباسؑ پر یہ غیظ وغضب کا نہیں مقام
اللہ سے دعا ہے مری یہ تو صبح و شام
پہلے مروں میں کوئی اگر ایسی راہ ہو
منظور مجھ کو یہ نہیں، امت تباہ ہو

(۲۰)

بولے بہاکے اشک علمدارِ نیک نام
ھَلْ مِنْ مُبَارِز کا اُدھر غل ہے یا امامؑ
یاں ایک شاہزادہ ہے اور ایک ہے غلام
اِن کی وغا بھی دیکھ لیں آخر شہ انامؑ
دیکھیں حضور ان کے نشانوں کے اوج کو
اتنا تو ہو کوئی کہ کرے پست فوج کو

(۲۱)

فرمایا شہؑ نے ان کو بھی تو شوق ہے بڑا
اچھا میں پہلے جنگ کی اکبرؑ کو دوں رضا
عباسؑ نے یہ عرض کی اے شاہؑ کربلا
فرمایئے تو غور مجھے سب کہیں گے کیا
ہرگز نہیں قبول ہے جینا غلام کو
کیوں کر میں منہ دکھاؤں گا خیر الانامؑ کو

(۲۲)

اکبرؑ جگر ہیں آپ کا اور ماں کے تن کی جاں
اہلِ حرم کی آنکھوں کا تارا، بہن کی جاں
زہراؑ و مرتضیٰؑ و رسولِ زمنؑ کی جاں
مرنے کو جائے وہ کہ جو ہو پنجتنؑ کی جاں
جینے پہ ایسے خاک ہے گر ایک دم جئیں
ہمشکلِ مصطفیٰؐ تو نہ ہوں اور ہم جئیں

(۲۳)

فرمایا شہؑ نے پھر مجھے میداں میں جانے دو
کیوں سدِّ رہ ہو، موت مرے سر پہ آنے دو
سینے پہ تیر و خنجر و شمشیر کھانے دو
زخموں سے خوں میں سر سے قدم تک نہانے دو
کیا آپ سہل سمجھے ہیں داغِ جدائی کو
یارب نہ مرتے دیکھے کوئی اپنے بھائی کو

(۲۴)

تم یادگارِ شیر خدا شاہِ ذوالفقارؑ
ہم صورتِ رسولؐ خدا ہے یہ گلعذار
اکبرؑ اگر جگر ہے مرا، اے فلک وقار
قوت ہو تم تھکے ہوئے بازو کی، میں نثار
میرے لئے تو دونوں ہیں مشکل میں کیا کروں
دو داغ نوجوانوں کے اک دل میں کیا کروں

(۲۵)

گر ہو گے تم، تباہ نہ ہوگا نبیؐ کا گھر
سجّادؑ کو نہ قید کریں گے یہ اہلِ شر
سیدانیوںؑ کے نرغہ میں عریاں نہ ہوں گے سر
بنتِ بتولؑ کو نہ پھرائیں گے در بدر
بچ جائیں گے حرم کے گلے ریسمان سے
بُندے نہ لے گا کوئی سکینہؑ کے کان سے

(۲۶)

بولے یہ ہاتھ جوڑ کے عباسؑ نوجواں
میرا یہ افتخار ہے یا شاہِ انس وجاں
دیتے ہیں گریہ عہدۂ تازہ شہِؑ زماں
بہتر ہے اور کو یہ عنایت ہو پھر نشاں
کچھ نام سے غرض ہے نہ دنیا سے کام ہے
خادم کو حکمِ سیدِ والاؑ سے کام ہے

(۲۷)

خادم کو آبرو سے زمانے میں کام کیا
کچھ عرض کا محل ہے، نہ تکرار کی ہے جا
بہتر ہے، طوق کے لئے حاضر ہے یہ گلا
یہ عرض ہو قبول مری یاشہؑ ہدا
کوہِ الم کوئی نہ گرے جانِ زار پر
تنہا رہوں میں جاکے علیؑ کے مزار پر

(۲۸)

رونے لگے یہ سن کے شہنشاہؑ کربلا
عباسؑ نامدار سے پھر آپ نے کہا
بھیاؑ ہمارے کہنے کا صدمہ تمہیں ہوا
لوجانے دو، نہ رنج کرو، تم پہ میں فدا
اچھا سدھارو شوق سے نہر فرات پر
بھائی سے تم بگڑ گئے اتنی سی بات پر

(۲۹)

عباسؑ نے یہ عرض کی اے شاہِؑ تشنہ کام
اس طرح کے تو آپ نہ فرمایئے کلام
آقا سے کیا مجال جو ناراض ہو غلام
حق نے کیا ہے آپ کو سب خلق کا امام
بے دیں ہے وہ کرے جو اطاعت نہ آپ کی
پر حیف مجھ سے کچھ ہوئی خدمت نہ آپ کی

(۳۰)

رونے لگے یہ سن کے شہنشاہؑ ذی وقار
عباسؑ آئے خیمہ میں باچشمِ اشکبار
کہنے لگیں یہ بیبیاں باہم بحالِ زار
کیا ہے جو روتے آتے ہیں عباسِؑ نامدار
آفت کے بن میں اکبرؑ و حضرت کی خیر ہو
یارب وطن میں کشتۂ فرقت کی خیر ہو

(۳۱)

سب بیبیاں تھیں گرد بصد نالہ وبکا
جو پوچھتا تھا، اور یہ روتے تھے تب سوا
کہنے لگی یہ زوجۂ عباسؑ باوفا
صاحب کہو تو مجھ سے کہ رن میں ہوا ہے کیا
جاری ہیں اشک چشم سے، جی بھی نڈھال ہے
مجھ سے بھی تو کہو کہ، یہ کیا دل کا حال ہے

(۳۲)

لے کر بلائیں بانوئے عالم نے یہ کہا
بھیا! بتاؤ کیسے ہیں ہم شکلِ مصطفاؐ
کہتے تھے ہاتھ جوڑ کے عباسؑ باوفا
سب خیر سے ہیں، آپ نہ گھبرایئے ذرا
کوئی بھی پوچھتا نہیں لاکھ التجا کروں
فرمائیں آپ ہی کہ نہ روؤں تو کیا کروں

(۳۳)

آیا بہن کے پاس یہ کہہ کر وہ شیر نر
ہتھیار رکھّے کھول کے سب فرشِ خاک پر
گھبرا کے بولی دخترِ زہراؑ بچشم تر
بھیاؑ! یہ کیا ہے کھولتے ہو کس لئے کمر
کوئی لڑے گا اب تو نہ شاہِ انام سے
عباسؑ! صلح ہوگئی کیا فوجِ شام سے

(۳۴)

منہ سے کہو تو کچھ کہ الجھتا ہے میرا دل
قاسمؑ کے غم میں صدمہ ہوا کیا یہ جاں گسل
جاری ہیں اشک نرگسی آنکھوں سے متصل
بتلاؤ میرے سر کی قسم کیوں ہو مضمحل
میں بھی تو کچھ سنوں کہ وہ کیا واردات ہے
مجھ سے الگ کہو جو چھپانے کی بات ہے

(۳۵)

کہنے لگی یہ زوجۂ عباسؑ ذی حشم
وہ کونسی ہے بات کہ جس کا ہے یہ الم
تم کو خیال کچھ نہیں، دیتی ہیں وہ قسم
صاحب کہو بہن سے ،الجھتا ہے ان کا دم
صدقہ انہیں کا سب ہے جو ذی احترام ہو
شبیرؑ ان کے بھائی ہیں اور تم غلام ہو

(۳۶)

قدموں پہ گر کے حضرت زینبؑ سے یہ کہا
حامی کوئی نہیں ہے مرا آپ کے سوا
کیوں کر نہ روؤں مرگئے سب خویش و اقربا
رخصت مجھی کو دیتے نہیں شاہِؑ کربلا
میرا خیال اک نہیں شاہِؑ انام کو
رخصت نجف کے جانے کی دیجے غلام کو

(۳۷)

فرماتے ہیں کہ رن میں جواں لال مرنے جائے
فاقوں میں تین روز کے، برچھی جگر پہ کھائے
بچے لڑیں تو فوجوں سے، خادم رضا نہ پائے
پھر کس طرح غلام زمانے کو منہ دکھائے
بن میں رہوں گا اب، کہ بشر کا گذر نہ ہو
گر مر بھی جاؤں میں تو کسی کو خبر نہ ہو

(۳۸)

زینبؑ یہ بولیں آپ ہیں اس واسطے خفا
میں بھی کہوں کہ بگڑے ہیں کیوں کیا ہے ماجرا
ان کا بھی حق ہے دیتے نہیں جو تمہیں رضا
بابا کی اک نشانی ہے کھوئیں وہ اس کو کیا
کیوں کر اٹھے گا داغِ برادر امامؑ سے
لیکن بلا کے کہتی ہوں شاہِ انامؑ سے

(۳۹)

باتیں تھیں یہ کہ آئے وہیں شاہؑ کربلا
لے کر بلائیں بنت علیؑ نے یہ تب کہا
صدقے بہن ہو، آپ بھی سمجھے یہ ماجرا
عباسؑ مجھ سے آپ کا کرتے ہیں کچھ گلا
لڑکے تو لڑ کے مرگئے سب فوجِ شام سے
رخصت ملی انہیں کو نہ شاہؑ انام سے

(۴۰)

ان کا بھی حق ہے آپ کا بھی حق ہے یا امامؑ
کیوں کر یہ ہوسکے کہ رضا دیں شہؑ انام
ہے یادگار حیدرؑ و جعفرؑ یہ تشنہ کام
وہ کہتے ہیں کہ سب تو لڑیں ہم کریں نہ نام
عزت نہ چاہئے نہ انہیں نام چاہئے
مرضی ہو جس میں آپ کی، وہ کام چاہئے

(۴۱)

شبیرؑ سے یہ حضرت زینبؑ نے پھر کہا
قربان ہو بہن نہ انہیں کیجئے خفا
رہتے ہیں جان و دل سے شہؑ دیں پہ یہ فدا
کوئی جہاں میں اور بھی ایسا ہے باوفا؟
شیر خدا کے لال ہیں سب گھر کے تاج ہیں
خود آپ جانتے ہیں کہ نازک مزاج ہیں

(۴۲)

رن میں وغا طلب ہے اُدھر فوج شام کی
ان کو نہیں ہے تاب کسی کے کلام کی
دہشت مگر بڑی ہے امامؑ انام کی
غصہ یہی ہے مٹتی ہے عزت غلام کی
گویا قسم وغا کی ہیں کھائے کھڑے ہوئے
رکتے نہیں یہ فوج سے اب بے لڑے ہوئے

(۴۳)

اکبرؑ کو بھیجیں گے جو شہنشاہؑ کربلا
سر اپنا تیغ سے یہ کریں گے ابھی جدا
مطلب یہ ہے کہ فوج سے میں بھی کروں وغا
دنیا میں مجھ سے نام کسی کا نہ ہو بڑا
سر اپنا شاہؑ پر ہمیں پہلے فدا کریں
حضرت نے ان کو پالا ہے کیوں کر جدا کریں

(۴۴)

ہتھیار سب زمین پہ پھینکے ہیں کھول کر
زوجہ کا کچھ خیال نہ بیٹوں پہ ہے نظر
کیا آپ نے کہا تھا کہ اکبرؑ کٹائیں سر؟
باور مجھے کبھی نہیں یا شاہؑ بحر و بر
میرے حواس ان کے تڑپنے سے جاتے ہیں
مشکل میں سب کی عقدہ کشا کام آتے ہیں

(۴۵)

کیوں کر کہوں زبان سے اپنے میں خستہ جاں
حضرت پہ ان کے دل کا ہے مطلب تو سب عیاں
ضد ہے یہی کہ اذن مجھے دیں شہؑ زماں
خیر اب خوشی انہیں کی کریں شاہؑ دوجہاں
غصہ میں جان دینے کو کچھ جانتے نہیں
جس شے پہ یہ بگڑتے ہیں پھر مانتے نہیں

(۴۶)

فرمایا شہؑ نے بس ہے اسی بات کا الم
لیں اذن جنگ خیر سدھاریں بصد حشم
قسمت میں ہے کہ روؤں انہیں بھی بدردوغم
تنہا مسافرت میں مرا تن سے نکلے دم
قاتل ہو زخمی سینہ پہ خنجر ہو پیاس ہو
سر جب کٹے تو کوئی نہ بیکس کے پاس ہو

(۴۷)

منظور تھا مجھے کہ یہ ہم ساتھ ہی لڑیں
تلواریں کھائیں فرق پہ تن خون میں بھریں
نکلے جو دم مرا تو یہ زانو پہ سر دھریں
گر ان کی یہ خوشی نہیں اچھا سفر کریں
ڈھونڈیں گے سر برہنہ تنِ پاش پاش کو
بہتر ہے ہم اٹھائیں گے ان کی بھی لاش کو

(۴۸)

شبیرؑ سے یہ سن کے لگیں رونے بیبیاں
قدموں پہ گر کے شہؑ سے یہ بولا وہ نوجواں
تقصیر بخشیے مری یاشاہِ دوجہاں
سینے سے سر لگا کے یہ شہؑ نے کیا بیاں
بھائی کہیں خفا کوئی ہوتا ہے بھائی سے
توڑی کمر حسینؑ کی تم نے جدائی سے

(۴۹)

لائیں سلاح سامنے زینبؑ جگر فگار
لاکر علم خود آپ دیا شہؑ نے ایک بار
تسلیم کی جری نے ادب سے بہ انکسار
ہتھیار سج کے خیمہ سے نکلا وہ نامدار
امید دل کی ٹوٹ گئی یاس رہ گئی
اک آہ کر کے زوجۂ عباسؑ رہ گئی

(۵۰)

لے کر علم بڑھے جو علمدار نامور
خادم بھی لایا اسپ فلک سیر کو ادھر
مانند آفتاب ہوئے زیں پہ جلوہ گر
نور قدم سے حلقے رکابوں کے تھے قمر
فارس تھا بے نظیر فرس بے مثال تھا
رن میں نشان نعل جو تھا وہ ہلال تھا

(۵۱)

آمد ہے رن میں ابنِ شہ ذوالفقارؑ کی
میداں میں دھاک شیر کی ہے کارزار کی
لرزاں ہے روح خوف سے ہر بدشعار کی
جمتی نہیں ہے ران کسی شہسوار کی
اک شور ہے کہ صف سے بڑھو کارزار کو
آتا ہے شیر نہر پہ روکو کچھار کو

(۵۲)

یوں چھیڑ کر عقاب کو آفت کے بن میں آئے
جس طرح سے کہ باد بہاری چمن میں آئے
اس رعب وداب سے صفِ پیماں شکن میں آئے
غل پڑ گیا کہ لو اسداللہ رن میں آئے
مثل شغال دشت میں ضیغم دبک گئے
جتنے پرے بڑھے تھے یکایک سرک گئے

(۵۳)

اللہ رے رعب حضرت عباسؑ نامور
دیکھا جدھر شکار پہ کی شیر نے نظر
دہشت سے قلب ہل گئے تھرا گئے جگر
ہٹ ہٹ گئے جو نہر کو روکے تھے اہل شر
جس پر نظر کی آپ نے اس نے گریز کی
دکھلائی ابروؤں نے برش تیغِ تیز کی

(۵۴)

تھے ساتھ دوش پاک پہ مشکیزہ اور نشاں
وہ تیغ تیز دم کہ نہ چھوڑے عدو کی جاں
وہ آب الحفیظ وہ برش کہ الاماں
خجلت سے ہیں اسی کی شرر سنگ میں نہاں
ایسی سپر جو روک لے رستم کے وار کو
برچھا وہ جو فرس سے اٹھا لے سوار کو

(۵۵)

سر پر وہ خود جس سے ہو خورشید کو زوال
نور جبیں سے بدر بھی گھٹ کر بنے ہلال
بیت ابروؤں کی حسن کے دیواں میں بے مثال
وہ خال جس پہ مشک کے دانہ کا احتمال
دنیا میں ایسی دیکھی نہیں ہے کسی کی آنکھ
غازی کی آنکھ ہے کہ بعینہ علیؑ کی آنکھ

(۵۶)

قرآں ہے روئے حضرت عباسؑ نامدار
سوکھے لبوں میں برگ گل تر کی تھی بہار
دنداں دہن میں وہ کہ صدف کے ہوں دُر نثار
مدح دہن کا نکتہ بھی ہے سب پہ آشکار
ایسا جہاں میں ہوگا معما کہیں نہیں
دیکھو کہ اسم تو ہے مسما کہیں نہیں

(۵۷)

شانوں کو آفتاب جو میں نے کیا بیاں
دابی قلم نے شین کے دندانوں میں زباں
رہتا ہے آفتاب بھی ذرہ سے کم یہاں
شانے یہ وہ ہیں جس پہ نبیؐ کا رہا نشاں
ایسا جری ہے کون خدا کے ولی کے بعد
بیشک علم کی زیب ہے ان سے علیؑ کے بعد

(۵۸)

توصیف اب ثبات قدم کی ہے ہوشیار
یہ وہ قدم ہیں سر پہ جو رکھتے ہیں افتخار
پھینکیں جو تیر آپ پہ اہل خطا ہزار
سرکیں نہ اور سر گریں کٹ کٹ کے بیشمار
کیا کیا دکھائیں جرأتیں رن میں دلیر نے
چھوڑا نہ بعد مرگ بھی دریا کو شیر نے

(۵۹)

ناگہ صدا بلند ہوئی طبل کی اُدھر
جوش وغا میں جھومے جوانانِ نامور
نکلے نقیب اور یہ صدادی پکار کر
باگیں اٹھاؤ رن میں فرس کی بہ کروفر
نامی ہے وہ جو نام بڑھالے جدال سے
ہاں سامنا ہے شیر الٰہی کے لال سے

(۶۰)

جب قلب یوں بڑھائے تو نامی جواں بڑھے
گرز اپنے تول تول کے سب پہلواں بڑھے
ہر صف سے جھوم جھوم کے پیل دماں بڑھے
بادل سیاہ چھاگئے کالے نشاں بڑھے
صحرا تمام بھرگیا جنگی سپاہ سے
پوشیدہ کوسوں ہوگیا دریا نگاہ سے

(۶۱)

آیا جلال و غیظ میں ناگاہ شیر نر
الٹی علیؑ کے لال نے بھی آستیں ادھر
نعرہ کیا تو ہل گئے سب کوہ و دشت و در
قبضہ پہ ہاتھ آپ نے ڈالا بہ کروفر
آئی تباہی رن میں جوانانِ شام پر
دست خدا کا ہاتھ تھا گویا حسام پر

(۶۲)

کاٹھی سے کھینچی آپ نے یوں تیغ شعلہ ور
نکلے تڑپ کے سنگ سے جیسے کوئی شرر
برق جہندہ ابر سے یا نکلی چرخ پر
یا کوہ قاف سے کوئی آئی پری اتر
فاخرؔ یہ تونے بات کہی کس خیال پر
پریوں کے دم نکلتے تھے خود اس کی چال پر

(۶۳)

کوندی جو برقِ تیغ تو بجلی بنا سمند
خود آگ تھا عقاب تو سیماب جوڑ بند
آہو زمیں پہ تھا تو ہوا پر تھا وہ پرند
اسوار کو چھپالے جو، ایسا تھا سربلند
کبکِ دری بھی وجد میں تھی اس کی چال پر
ہر نعل فوق رکھتا تھا اس کا ہلال پر

(۶۴)

ضیغم کہیں تھا، برق کسی جا، پری کہیں
عنقا کہیں، ہُما کہیں، کبک دری کہیں
صرصر نے بھی نہ دوڑ میں کی ہمسری کہیں
رفتار تند و تیز کہیں صرصری کہیں
یوں پاؤں فرشِ خاک پہ رکھتا تھا ناز سے
آواز بھی نہ دوڑ میں آتی تھی ساز سے

(۶۵)

تیزی کو اس فرس کی قلم کیا بھلا لکھے
سر در ہوا ہے لوگ کہیں گر ہوا لکھے
مضمون پست یہ ہے جو بال ہما لکھے
خود آپ نارسا ہے جو ذہن رسا لکھے
دوڑے ہزار ذہن وہ پائے گا چال کیا
جو آپ بے نظیر ہو اس کی مثال کیا

(۶۶)

پریاں نثار ہوتی تھیں، اس کی سبک وہ چال
حوروں کے بال سے کہیں بہتر تھی اس کی یال
کیا حسن ہے رکاب کا، کیا خوب ہے دُوال
صورت میں ہے جو شیر تو سیرت میں ہے غزال
رتبہ میں اور گھوڑوں سے ذی احترام ہے
وسعت جہاں کی اس کے لئے ایک گام ہے

(۶۷)

وہ سر وہ سینہ اور کفل وہ بھرے بھرے
وہ بھی خجل تھے فوج میں گھوڑے جو تھے کھڑے
سبزے کو روندے یوں کہ ہوں دل دیکھ کر ہرے
دب جائے ثور ٹاپ زمیں پر وہ گردھرے
گویا سموں سے باد صبا تھی بندھی ہوئی
اس کی روانیوں کی ہوا تھی بندھی ہوئی

(۶۸)

رفتار تیز میں وہ تگ و دو، وہ آؤ جاؤ
غمزے نئے تھے، ناز نیا تھا، نیا بناؤ
طے کرتا تھا وہ راہ میں اس طرح کے چڑھاؤ
جیسے بہاؤ پر کوئی زوروں میں جائے ناؤ
شیر خدا کا شیر تھا رن پر تلا ہوا
تھا بادباں علم کا پھریرا کھلا ہوا

(۶۹)

لشکر میں یوں صفیں تھیں کہ دریا میں جیسے موج
ڈھالوں کا دور اور نشانِ سپہ کا اوج
گرداب کے مثال تھی چکر میں ساری فوج
ہر فرد رن میں کرتی تھی وہ تیغ تیز زوج
بیدم تھے وہ جو تیغ دو دم سے دوچار تھے
گر ایک تھا تو دو تھے، جو دو تھے تو چار تھے

(۷۰)

جز فرق اور کچھ نہ تھا اس سرزمین پر
پیکر کہیں پڑے تھے، کہیں سرزمین پر
لیتی تھی جب بھی دم کبھی دم بھر زمین پر
روح الامیں بچھاتے تھے شہپر زمین پر
کیوں کر تھے علیؑ کے پسر کا یہ ہاتھ ہے
نابیں بدن کے ساتھ برش دم کے ساتھ ہے

(۷۱)

ڈر ڈر کے ڈھال روکتے تھے رخ پہ اشقیا
بجلی گرے تڑپ کے سپر پر تو پھر ہوکیا
وہ کٹ گئیں کلائیاں دھڑ سے یہ سر گرا
بازو ہوا وہ قطع، کمر یہ ہوئی جدا
سینہ تو اس کا اس کی زرہ چاک ہوگئی
سب آتشِ عناد و حسد خاک ہوگئی

(۷۲)

ہر صف بھی اس کی آنچ سے جلتی تھی ہر طرف
رنگ اپنی تیزیوں کا بدلتی تھی ہر طرف
تھی اک چھری کہ حلق پہ چلتی تھی ہر طرف
اعدا کا خون پی کے اگلتی تھی ہر طرف
کرتے ہی جنگ نشۂ جرأت اتر گئے
تلوار کی جو آنچ لگی، جل کے مر گئے

(۷۳)

جوہر ستم تھے، کاٹ غضب تھا، ضیا نئی
سرتن سے اڑتے تھے، یہ چلی تھی ہوا نئی
تازہ کرشمے، ظلم نیا تھا، جفا نئی
اک اک قدم پہ ناز نیا تھا، ادا نئی
جیسے ورق ہوا سے، پرے یوں اڑاتی تھی
سوبار دم میں، چرخ پہ وہ آتی جاتی تھی

(۷۴)

کیا آگ تھی پرے کے پرے سب جلا دئے
جوہر تھے جو چھپے ہوئے سب کو دکھادئے
جس سمت آئی فوج کے ٹکڑے اڑا دئے
دشت وغا میں خون کے دریا بہادئے
تن منہدم تھے منزل ہستی خراب تھی
گھر گر رہے تھے ظلم کی بستی خراب تھی

(۷۵)

رہوار بھر رہا تھا طرارے سپاہ میں
بھاگڑ تھی تیغِ تیز کے مارے سپاہ میں
اڑتے تھے اس کے دم سے شرارے سپاہ میں
دنبالہ دار گرتے تھے تارے سپاہ میں
جلتے تھے قتل ہونے پہ نار عذاب میں
آتش بھری ہوئی تھی غضب کی اس آب میں

(۷۶)

جرار کے تھا ہاتھ میں دستِ خدا کا زور
کس بل غضب کا، قہر کی طاقت، بلا کا زور
نعرہ یہ تھا کہ مجھ میں ہے مشکل کشا کا زور
پہنچا ہے ہاتھوں ہاتھ مجھے مرتضیٰؑ کا زور
احمدؐ کو لطف ملتا تھا حیدرؑ کے ساتھ کا
خیبر سا در ہو گر، تو کھلے زور ہاتھ کا

(۷۷)

حسرت رہی وغا کی بن بوترابؑ کو
آیا نہ غیظ ایک بھی خانہ خراب کو
دیکھا نہیں ابھی مرے زور شباب کو
خندق ہو عمرو ہو تو اڑاؤں عقاب کو
دوٹکڑے کردوں رستم و سہراب و گیو کے
زہرے ہیں آب میرے تصور میں دیو کے

(۷۸)

جلدی بڑھو کہ جنبش شمشیر دیکھ لو
آؤ جہاد بازوئے شبیرؑ دیکھ لو
ذلت کو اپنی اور مری توقیر دیکھ لو
شیر خدا کے غیظ کی تصویر دیکھ لو
تم کو کوئی ہوس نہ مجھے آرزو رہے
ہر جنگ میں علیؑ کے پسر سرخرو رہے

(۷۹)

ہر بار رن پہ رن پڑے ایسی وغا ہو پھر
کھائیں جو زخم بھوک میں ضیغم مزہ ہو پھر
ظاہر وغا میں قوت شیر خدا ہو پھر
دریا کو لڑکے چھین لیں تم سے تو کیا ہو پھر
خندق کی طرح لاشوں سے دریا کو پاٹ کر
تاحشر پھر رہے گا عمل میرا گھاٹ پر

(۸۰)

یہ سن کے غیظ و قہر میں اک پہلواں بڑھا
یا کوئی جھومتا ہوا پیلِ دماں بڑھا
برچھا اِدھر سے اور اُدھر سے نشاں بڑھا
غل تھا شکار کھیلنے شیر ژیاں بڑھا
یوں دیکھا نعرہ مار کے اس بد خصال کو
جس طرح دیکھے شیر درندہ غزال کو

(۸۱)

نیزے اِدھر اُدھر سے اٹھے جب بکروفر
باندھا اِدھر جو بند شقی نے کھلا اُدھر
ہوتا ہے کیا ہزار کرے کد وہ بدگہر
ماہر فنون جنگ سے یہ ہیں وہ بے ہنر
صفدر کی برچھی کی جو تکاں ایک کھائی تھی
بیکار بند نیزہ تھے بے جاں کلائی تھی

(۸۲)

جوڑا کماں میں تیر کو پھر اس نے ایک بار
اٹھی یہاں بھی تیغ چمک کر بصد وقار
جائے ہوائے تیر جو کیا اس کا اعتبار
پر تیر کے اڑائے زہے تیغ آبدار
اپنی خطائے فاش پہ نادم شریر تھا
اوچھے سے ایک وار میں دوٹکڑے تیر تھا

(۸۳)

غصہ میں گرز تول کے بولا ستم شعار
اس سے بچے نہ ایک بھی گرہوں عدو ہزار
ممکن نہیں کہ خالی مرا جائے کوئی وار
ہاں نورچشمِ شیر خدا اب ہو ہوشیار
رستم بھی گر وغا کرے جی اس کا چھوٹ جائے
اک ضرب گرز میں کمرِ کوہ ٹوٹ جائے

(۸۴)

فرمایا آپ نے کہ خموش اوجفا شعار
ہے سرفراز وہ جو کرے عجزو انکسار
قوت یہی ہے سب کہ توانا ہے کردگار
کیا گرزِ گاؤ سر کی حقیقت ہے نابکار
برہم اگرہوں لال جناب امیرؑ کے
جھولے سے پھینکیں کلۂ اژدر کو چیر کے

(۸۵)

کیوں، راست بازوں سے یہ تری کج ادائیاں
دیکھی نہیں ہیں تونے ابھی تک لڑائیاں
اِن ہاتھوں کی بھی تجھ پہ کھلیں گی صفائیاں
ضیغم کی توڑ ڈالی ہیں ہم نے کلائیاں
پرزہ کروں میں تختۂ آہن کو توڑ کے
پھینکوں زمیں پہ دیو کی گردن مروڑ کے

(۸۶)

مارا جھپٹ کے گرز گراں بد شعار نے
گانٹھا سپر پہ وار کو یاں نامدار نے
پکڑی کلائی ہاتھ سے اس ذی وقار نے
چھوٹی نہ لاکھ زور کیا نابکار نے
ادبار اس کے دم کے لڑائی میں ساتھ تھا
پہنچا جو جھٹکا شانے پہ بیکار ہاتھ تھا

(۸۷)

ٹپکا جو اس کی انگلیوں سے خون ناگہاں
پہنچا سزا کومیں یہ پکارا وہ بد زباں
تب ہاتھ چھوڑ کر یہ کیا آپ نے بیاں
پھر کیجیو نہ لاف زنی اے عدوئے جاں
نکلیں نہ منہ سے پھر کلمے آن بان کے
چھوڑا ہے میں نے صیدزبوں تجھکو جان کے

(۸۸)

مشکیزہ ہم کو بھرنا ہے دریا کو چھین کر
بچوں کی تشنگی سے تڑپتا ہے اب جگر
کاٹھی سے جلد کھینچ لے شمشیرِ شعلہ ور
فیصل کہیں لڑائی ہو قصہ ہو مختصر
مضطر ہے کیوں، ہراس سے کیوں رنگ زرد ہے
تلوار منہ پہ ڈٹ کے جو تو کھا، تو مرد ہے

(۸۹)

ظالم نے کھائے جب کئی تیغ زباں کے وار
پھر تو وہ آیا تول کے شمشیر آبدار
کاٹے سپر پہ آپ نے وار اس کے تین چار
شمشیر پھر اٹھا کے پکارے کہ ہوشیار
سرپر اجل ہے ہوش تو اپنے سنبھال لے
جو اور آرزو ہو اسے بھی نکال لے

(۹۰)

ڈر کر سپر کو روک کے بولا وہ نابکار
ہاں وار تیغ کا کرو ہوں گا میں ہوشیار
یوں آئی اس کے فرق پہ شمشیر آبدار
مرحب کے سرپہ آئی تھی جس طرح ذوالفقار
ضرب یداللّٰہی کا یہ سب رنگ ڈھنگ تھا
ایک وار میں نہ خود، فرس تھا نہ تنگ تھا

(۹۱)

دوٹکڑے ہوکے خاک پہ جس دم گرا سمند
بس چور چور ہوگئے راکب کے بند بند
دریا پہ جنگ کو بڑھے عباسؑ حق پسند
کہنے لگے یہ پھینک کے سب اشقیا کمند
قبضہ میں گو کہ آپ کے تیغ آبدار ہے
بڑھئے گا پر سنبھل کے ذرا یہ کچھار ہے

(۹۲)

فرمایا بڑھ کے پیچھے تمہارے قدم ہٹیں
بس کہہ دیا کہ صاحب تیغ دو دم ہٹیں
لشکر ہٹیں نشانِ سپاہ ستم ہٹیں
قدرت خدا کی تم نہ ہٹو اور ہم ہٹیں
روزِ ازل سے یہ مرے حصہ میں آئی ہے
شیر خدا کے شیر کا مسکن ترائی ہے

(۹۳)

دنیا ہے بے ثبات یہاں ہست وبود کیا
جب سر پہ آئے موت تو تیغ وعمود کیا
دریا پہ مورچے جو بندھے ہیں تو سود کیا
پس جائیں گے یہ پاؤں سے، ان کی نمود کیا
روکے کوئی مجھے یہ کسی کا جگر نہیں
دریا نہ چھین لوں تو علیؑ کا پسر نہیں

(۹۴)

تلوار کے میں قبضہ پہ رکھوں گا ہاتھ جب
اس دم کھلے گا فوج کا یہ بندوبست سب
دریا میں جن کا حق ہے وہ بچے ہیں تشنہ لب
آفت کا رن پڑے گا جو ٹوکا کسی نے اب
پیدل ہیں کیا سوار کے جی چھوٹ جائیں گے
جو مورچے بندھے ہیں وہ سب ٹوٹ جائیں گے

(۹۵)

لو آئے مثلِ حیدر کرارؑ گھاٹ پر
آمادۂ وغا ہوئے کفار گھاٹ پر
چمکی جو برق تیغ شرر بار گھاٹ پر
غل پڑگیا کہ چل گئی تلوار گھاٹ پر
فرق آئے گا نہ اب کی کہیں رہ گذار میں
پانی میں یہ گریں گے تو پہنچیں گے نار میں

(۹۶)

جھپٹے جو آپ مثلِ اسد صف الٹ گئی
مغفر وہ سر سے اڑگیا وہ ڈھال کٹ گئی
چمکی جو برق ڈھالوں کی بدلی سمٹ گئی
یہ فوج گر پڑی تو وہ صف پیچھے ہٹ گئی
تھا ان کا ہاتھ ہاتھ سے ہاتھوں بڑھا ہوا
دریائے خوں تھا گھاٹ پہ نیزوں چڑھا ہوا

(۹۷)

خوف جری سے پڑگئی ہلچل اِدھر اُدھر
پھرتا تھا یوں فرس کہ پھرے کل اِدھر اُدھر
تھی برق یا چمکتی تھی ہیکل اِدھر اُدھر
چھائے ہوئے تھے ڈھالوں کے بادل اِدھر اُدھر
نعرہ تھا شیر نر کا کہ آواز رعد کی
سالم نہ قبل کی کوئی صف تھی نہ بعد کی

(۹۸)

سن سے چلی جو تیغ دو دم سر پہ سر گرا
بیٹے پہ باپ باپ پہ مرکر پسر گرا
خوں ناریوں کا تن سے مثال شرر گرا
بھاگڑ تھی دو طرف یہ اِدھر وہ اُدھر گرا
کشتے کے پشتے لاشوں کے انبار ہوگئے
گرگر کے ناری نہر میں فی النار ہوگئے

(۹۹)

سر پر تھی برق یا چمک اس آبدار کی
یارا نہ جنگ کا تھا نہ طاقت فرار کی
چھوٹیں جو دل تو تاب ہوکیا کارزار کی
مہلت ملی نہ ایک کو اتنوں میں وار کی
تلوار تھی کہ سر پہ اجل تھی کھڑی ہوئی
غازی کی آنکھ چار طرف تھی لگی ہوئی

(۱۰۰)

رہوار اڑکے جاتا تھا ہرسو سپاہ میں
جوہر تھے یا چمکتے تھے جگنو سپاہ میں
جب دیکھتے تھے موت کے پہلو سپاہ میں
منہ کو چھپائے پھرتے تھے بدخو سپاہ میں
بھاگے شقی ادھر سے جو گھوڑے کو پھیر کے
ٹھنڈا ادھر بھنور نے کیا ان کو گھیر کے

(۱۰۱)

گونجا یہ تیغ تول کے دریا پہ شیرِ نر
اب کیا ہوئے جو روکتے تھے ہم کو اہلِ شر
جس شیر نے کہ ہاتھوں سے خیبر کا توڑا در
فرزند اس کے کرتے ہیں یوں ہرمہم کو سر
کرتے تھے عزم جنگ اسی کائنات پر
وہ مورچے کدھر گئے جو تھے فرات پر

(۱۰۲)

ثابت ہوا نہ ایک کا ہم پر ہنر یہاں
کڑیاں بھی انکی اب نہیں زرہیں تھیں جو گراں
نیزے وہ کیا ہوئے کہ جو تلتے تھے ہرزماں
اب کیا ہوئیں بتاؤ وہ تیغیں شررفشاں
سر ان کے کیا ہوئے جو نمودار فوج تھے
سب خاک میں وہ مل گئے جن کو کہ اوج تھے

(۱۰۳)

تلوار سے جو خون ٹپکتا تھا خاک پر
ناگاہ آئی نہر سے ٹھنڈی ہوا اِدھر
روکر یہ بولے حضرت عباسؑ نامور
واحسرتا کہ دھوپ میں ہیں شاہ بحروبر
ٹھنڈی ہوا تو کھاتا ہوں میں یاں ترائی کی
حالت ہے غیر پیاس سے واں میرے بھائی کی

(۱۰۴)

ساحل سے نہر پر جو گیا وہ فلک مآب
آنکھیں قدم پہ رکھنے کو دوڑا ہر اک حباب
یوں جلوہ گر تھا آب میں عکس رخِ جناب
پانی میں جس طرح سے نظر آئے آفتاب
دونی ضیا علم کی تھی ہرلعل و سنگ سے
روشن تھی آگ پانی میں چہرے کے رنگ سے

(۱۰۵)

لب کو کئے تھے بند جو عباسؑ نامدار
منہ آب پر نہ ڈالتا تھا اسپ باوقار
گردن پہ ہاتھ پھیر کے بولا وہ شہسوار
شاباش اے سمند رضا جو وفا شعار
مشہورِ روز گار رہے گی یہ خوتری
پیاسے جہاں سے جانے میں ہے آبروتری

(۱۰۶)

پانی کے چھینٹے منہ پہ جو دینے لگے جناب
گردن ہلائی اس نے کہ یا ابن بوتراب
پانی گیا جو منہ میں تو ہوں گا میں آب آب
پیاسا ہے ذوالجناح امام فلک مآب
کیوں کر پسند آب ہو اس تشنہ کام کو
فاقہ یہ تیسرا ہے امامِ انام کو

(۱۰۷)

مشکیزہ بھر کے آپ چلے واں سے ناگہاں
گھیرے ہوئے تھا راہ کو یاں لشکرِ گراں
آئے تھے گھاٹ تک کہ بڑھیں پھرتو برچھیاں
تیغوں پہ تیغیں، فوج پہ تھی فوج الاماں
واں تشنگی سے پیاسوں کی جانیں پھڑکتی تھیں
نیزے یہاں تنے تھے، کمانیں کڑکتی تھیں

(۱۰۸)

اک شور تھا کہ شیر دلاور کو مار لو
حضرت کے تشنہ کام برادر کو مار لو
سقائے اہلبیتؑ پیمبرؐ کو مار لو
ہاں نورعینِ حیدرِؑ صفدر کو مار لو
پھر ہے ظفر، شہید جو یہ نامور ہوا
ٹوٹی کمر حسینؑ کی برباد گھر ہوا

(۱۰۹)

نعرہ کیا یہ شیر نے روکو گے ہم کو کیا
ابتر کیا تھا جن کو وہی تو ہے یہ پرا
بھالے بھی دیکھے بھالے ہیں اے قوم اشقیا
آگے بڑھا جوکوئی تو آفت ہوئی بپا
روکے مجھے جہاں میں یہ کس کی مجال ہے
نہر اس کی ہے جو ساقیٔ کوثر کا لال ہے

(۱۱۰)

اس دم تو روک لے مجھے مل کر بھلا جہاں
فوجیں تو آئیں سامنے لشکر تو ٹوکے ہاں
کس طرح روکتی ہیں مجھے دیکھوں برچھیاں
کہہ دو کہ روک لیں مجھے لشکر کے پہلواں
جاؤں نکل کے سدِّ سکندر کو توڑ کے
آیا ہوں تشنگی میں یتیموں کو چھوڑ کے

(۱۱۱)

مہمیز کر کے گھوڑے کو واں سے بڑھے جناب
دریا لہو کا دم میں بہایا بصد عتاب
تلوار وہ چلی کہ بیاں کی نہیں ہے تاب
سر اس کا کاٹا گرتو اسے دو کیا شتاب
لاکھوں جوان فوج ستم میں تھے کم نہ تھے
اک اک کے دو ہوئے تھے مگر اس پہ دم نہ تھے

(۱۱۲)

ہتھیار پھینک پھینک کے سب بھاگے اشقیا
چوٹیں پڑیں کہ پھول گئے سب کے دست و پا
ٹکڑے اڑا ہوا تھا ہر اک ناوک جفا
چھپتے تھے سہم سہم کے گوشوں میں بے حیا
بھاگڑ پڑی تھی فوج ضلالت خصال میں
ڈرڈر کے منہ چھپاتے تھے تلوار و ڈھال میں

(۱۱۳)

مشکیزہ دوش پاک پہ تھا ہاتھ میں نشاں
ابرِ سیہ میں کوندتی تھی تیغ خونچکاں
برسا رہا تھا تیروں کا مینہ لشکر گراں
رکتے نہ تھے مگر کہیں عباس نوجواں
اِس صف پہ حملہ ور ہوئے اُس صف پہ پھر گئے
یاں سے نکل گئے تو وہاں جاکے گھر گئے

(۱۱۴)

چاروں طرف سے چلتی تھیں شمشیریں آبدار
پیدل جو قتل ہوتے تھے، بڑھتے تھے تب سوار
بھاگے جو وہ، تو بہروغا آئے نیزہ دار
نیزے جو کاٹے، چلنے لگے برچھیوں کے وار
کیوں کر رکے یہ فوج گراں اک غریب سے
پلے سے تیر چلتے تھے نیزے قریب سے

(۱۱۵)

مانند شیر نہر پہ لڑتے ہوئے جو آئے
سر پر تو تیغیں چل گئیں پہلو پہ تیر کھائے
کیونکر وہ لڑسکے جو نہ مہلت اجل سے پائے
غازیؑ کا دست راست کٹا تن سے ہائے ہائے
لیکن نہ کچھ خیال کیا اس کا شیر نے
اسوار ہر طرف سے بڑھے پھر تو گھیر نے

(۱۱۶)

تلوار بائیں ہاتھ میں لی پھینک کر سپر
تھاما جری نے مشک وعلم بائیں دوش پر
اس ہاتھ پر بھی چل گئی لو تیغ شعلہ ور
مشکیزہ پکڑا دانتوں میں تھرا گیا جگر
شانوں سے خون بہتا ہے دل بھی نڈھال ہے
ثابت یہ ہے کہ منہ میں اسد کے غزال ہے

(۱۱۷)

ڈر سے تو پاس آتا نہ تھا کوئی بے حیا
پر ہر طرف سے تیر لگاتے تھے اشقیا
اک تیر مشک توڑ کے دل سے نکل گیا
پانی کے ساتھ خون کا فوارہ بھی بہا
مشکیزہ سے جو پانی بہا خون گھٹ گیا
رخسار پاک زرد ہوئے دم الٹ گیا

(۱۱۸)

ہرنے پہ غش میں جھک کے جو سنبھلا وہ شیر نر
مارا کسی شریر نے اک تیر آنکھ پر
کھینچا جو تیر، سر پہ لگا گرز گاؤ سر
تیورا کے خاک پر گرے عباسؑ نامور
یوں کروٹیں بدلتے تھے وہ ارض پاک پر
جیسے کہ زخمی شیر تڑپتا ہے خاک پر

(۱۱۹)

باجے بجے جو فتح کے لشکر میں ناگہاں
دوڑے کمر کو تھام کے سلطانِ انس و جاں
تھاما پسر نے دستِ شہنشاہ دوجہاں
چلاتے تھے کہ ٹوٹی کمر میری بھائی جاں
بے دستگیر پاؤں بڑھانا محال ہے
قلب و جگر کے درد سے میرا یہ حال ہے

(۱۲۰)

بازو کا درد، درد جگر، منتشر ہواس
ضعفِ بصر ،شکستہ کمر، تین دن کی پیاس
رو رو کے کہتے تھے یہ پسر سے بدرد و یاس
بیٹا پدر کو لے چلو اپنے چچا کے پاس
پہنچا دو جلدی حال ہمارا خراب ہے
ہرحال میں غریب کی خدمت ثواب ہے

(۱۲۱)

دم چڑھ گیا ہے سانس اکھڑتی ہے اے پسر
کچھ دل تو بیٹھا جاتا ہے تھراتا ہے جگر
دنیا سے کھوگئے مجھے عباسؑ نامور
سید ھاہوں کس طرح کہ جھکی جاتی ہے کمر
پاؤں کی طرح قلب کی طاقت بھی گھٹ نہ جائے
ڈر ہے کہ شیر کا مرے سرتن سے کٹ نہ جائے

(۱۲۲)

دو بھائیوں کو آئی اجل ایک جا نہ آہ
کس وقت میں بچھڑ گئے عباسؑ عرش جاہ
بابا کی اک نشانی تھی وہ بھی ہوئی تباہ
درپیش ہے ہمیں بھی یہی کوئی دم میں راہ
ملک بقا سے میں انہیں کس طرح لاؤں گا
پیدا پدر نہ ہوں گے نہ بھائی کو پاؤں گا

(۱۲۳)

یہ کہتے جاتے تھے جو شہنشاہؑ کربلا
کہنے لگے یہ شاہؑ سے ہمشکل مصطفیٰ
تکلیف تھوڑی اور کریں ابنِ مرتضیٰ
وہ سامنے ہے لاشۂ عباس باوفا
تیغوں سے برچھیوں سے بدن سب فگار ہے
حضرت کے دیکھنے کا فقط انتظار ہے

(۱۲۴)

پہنچے ترائی میں جو شہؑ دیں بصد فغاں
عباسؑ نامدار نظر آئے ناگہاں
تن سے کٹے تو ہاتھ ہیں خوں سر سے ہے رواں
دم توڑتے ہیں خاک پہ لے لے کے ہچکیاں
آنکھوں سے شیر کی تو رواں سیلِ اشک ہے
ڈوبے لہو میں ہاتھ ہیں، چھاتی پہ مشک ہے

(۱۲۵)

منہ رکھ کے منہ پہ کہنے لگے یہ شہؑ ہدا
آیا ہے لو یہ بیکس و مظلومِ کربلا
اے میرے شیر! اے مرے غمخوار باوفا
آزردہ ہو کہ دیر میں پہنچا یہ بے نوا
آواز تو سناؤ مجھے منہ سے بول کے
دیکھو تو مجھ غریب کو،آنکھوں کو کھول کے

(۱۲۶)

یہ سن کے آنکھیں کھول کے دیکھا بصد فغاں
یوں اینٹھی تھی زباں کہ نہ کچھ ہوسکا بیاں
کروٹ جو لی کراہ کے کانپا وہ نوجواں
پیغام موت آیا کہ آئیں وہ ہچکیاں
آیا پسینہ ماتھے پہ نقشہ بدل گیا
تکتے رہے حسینؑ کو اور دم نکل گیا

(۱۲۷)

بھائی جواں جو مرگیا آنکھوں کے سامنے
سرپکڑا اپنے ہاتھوں سے شاہؑ انام نے
کی عرض روکے تب پسر تشنہ کام نے
اب چلئے خیمہ گاہ میں رانڈوں کو تھامنے
ماتم وہیں بپا ہو تن پاش پاش پر
ایسا نہ ہو کہ آئیں حرم رن میں لاش پر

(۱۲۸)

شہؑ نے کہا یہ روکے برادر کو رو تو لوں
زخمی کو، شیر دل کو، دلاور کو رو تو لوں
مظلوم کو، نشانیٔ حیدرؑ کو رو تو لوں
غازی کو، تشنہ کام کو، صفدر کو رو تو لوں
صبر آئے کس طرح سے وہ صورت بتاؤ تم
ٹکڑے اٹھیں جو لاش کے تم سے، اٹھاؤ تم

(۱۲۹)

بھائی شہید ہو، نہ میں آہ و بکا کروں
ٹکڑے ہوں ان کے، میں نہ گریباں قبا کروں
رو روکے کس طرح سے نہ محشر بپا کروں
گودی میں جو پلے اسے کیوں کر جدا کروں
کن آنکھوں سے میں دیکھوں تن پاش پاش کو
کس طرح چھوڑوں ریتی پہ بھائی کی لاش کو

(۱۳۰)

خیمہ کے در سے فضہؑ نے ناگہہ یہ دی صدا
دریا پہ کیسا شور ہے اے شاہؑ کربلا
کہہ دے کوئی کہاں گئے عباسؑ باوفا
دوڑی گئی ہیں گھر سے سکینہؑ برہنہ پا
دشوار چلنا راہ ہے ہاتھوں میں ہاتھ ہے
عباسؑ نامدار کا بیٹا بھی ساتھ ہے

(۱۳۱)

یہ سن کے اٹھے لاش سے روتے شہؑ زماں
اکبرؑ بھی لے کے تب بڑھے مشکیزہ و نشاں
چلائی روکے عاشقِ عباسؑ نوجواں
آیا تو ہے نشاں پہ چچا جان ہیں کہاں
پیدا ہے کس طرح کی اداسی نشان سے
پانی مجھے عزیز نہیں ان کی جان سے

(۱۳۲)

کہدے کوئی مجھے نہیں اب چاہئے ہے آب
گو تشنگی سے قلب و جگر ہیں مرے کباب
لیکن ہے صبر مجھ کو، نہیں دل کو اضطراب
صورت مگر دکھائیں مجھے بہر بو ترابؑ
سیراب تشنگی سے بھی ہوں گی جو آئیں گے
ورنہ سکینہؑ کو نہ زمانے میں پائیں گے

(۱۳۳)

مشک و علم جو خیمہ میں لائے شہؑ ہُدا
بچے بھی ساتھ ساتھ تھے کرتے ہوئے بُکا
آلودہ خوں میں جب کہ پھریرا نظر پڑا
سیدانیوں میں شورِ قیامت بپا ہوا
حضرت نے آکے صحن میں گاڑا نشان کو
فرمایا کھوکے آئے ہیں ہم بھائی جان کو

(۱۳۴)

سرپیٹ کے یہ کہتے تھے غمخوار مرگیا
زینبؑ ہمارا یارِ مددگار مرگیا
سقّا حرم کا میرا علمدارؑ مرگیا
زینت جو فوج کی تھا وہ جرار مرگیا
بڑھ بڑھ کے کون روکے گا اب فوج شام کی
کون اب اٹھاکے لائے گا میت امامؑ کی

(۱۳۵)

غش میں پڑی تھیں زوجۂ عباسؑ نوجواں
زیرِ علم اٹھاکے انہیں لائیں بیبیاں
بولی یہ سر کو پیٹ کے بانالہ و فغاں
لوگو! علم تو آیا ہے لاش ان کی ہے کہاں
میری طرف سے لے کے بلائیں امامؑ کی
پوچھو کہ لاش کیوں نہیں لائے غلام کی

(۱۳۶)

بولیں یہ روکے بانوے عالم بصد الم
دو وجہیں تھیں، جو لاش نہ لائے شہؑ امم
اک تو وہ کر گئے تھے وصیت بھی مرتے دم
اور دوسری میں وجہ کہوں کیا اسیر غم
زخموں سے حال وہ تھا تنِ پاش پاش کا
دشوار لانا ہوگیا مقتل سے لاش کا

(۱۳۷)

چلائی سرکو پیٹ کے بانالہ و بکا
صاحب! یہاں تڑپتی رہی غم کی مبتلا
تم نے گنوائی جان وہاں کیا غضب کیا
مجھ سے تو مرتے دم بھی نہ کچھ آپ نے کہا
لونڈی سے یوں چلے گئے منہ اپنا موڑ کے
بچوں کو یہ بتاؤ، گئے کس پہ چھوڑ کے

(۱۳۸)

بچوں کو لے کے جائے کہاں غم کی مبتلا
دے دے گی اپنی جان یہاں غم کی مبتلا
کس پر کرے یہ حال عیاں غم کی مبتلا
رو روکے یہ کرے گی بیاں غم کی مبتلا
لونڈی کو چھوڑا آپ نے دنیائے زشت میں
کوثر کی چاہ میں گئے باغ بہشت میں

(۱۳۹)

یہ کہہ کے پیٹنے لگی سرکو وہ بے قرار
یوں پیٹا سر کہ آگیا غش اس کو ایک بار
بنت علیؑ سے کہنے لگے شاہؑ نامدار
کہہ دو کہ صبر اب کرے بس یہ جگر فگار
عباسؑ کو تو روچکیں پھر ہم کو روئیو
لاشے پہ اب حسینؑ کے جاں اپنی کھوئیو

(۱۴۰)

فاخرؔ بس آگے زور طبیعت کہاں تلک
بزم عزا میں شور قیامت کہاں تلک
اظہارِ ذہن وجودت و جدت کہاں تلک
بس بس خموش ہو یہ طلاقت کہاں تلک
کیوں کر نہ ہو کہ لطف امامؑ بُدا ہے یہ
کہتے ہیں انتہا جسے وہ ابتدا ہے یہ